روس: آزادیٔ مذہب سے پسپائی

[۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء کو روس کے صدر بورس یلسن نے مذہب کے حوالے سے ایک نئے قانون پر دستخط کیے تھے، اس پر امریکی وزارتِ خارجہ کا ردعمل "عالم اسلام اور عیسائیت" بابت جنوری۔ مارچ ۱۹۹۸ء میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایونجلیکل جریدے "کرسچینٹی ٹوڈے" نے ۱۷ نومبر ۱۹۹۷ء کے شمارے میں روس کے نئے قانون مذہب کے تناظر میں انیتاڈی نیکا (Anita Deyneka) کا مقالہ بطور اداریہ شائع کیا ہے۔ اس اداریے کا ترجمہ معاصر مذکور کے شکریے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر]

گزشتہ ستمبر کے آغاز میں روس کی پارلیمنٹ نے بھاری اکثریت سے مذہب پر نئی پابندیوں کی منظوری دی۔ صدر بورس یلسن نے قانون کی توثیق کر دی، حالانکہ دو ماہ پہلے وہ اس سے ملتے جلتے ایک مسودہ قانون پر دستخط کرنے سے انکار کر چکے تھے۔ نیا قانون جو کمیونسٹ دور کی ظالمانہ قانون سازی کی یاد دلاتا ہے، بڑی حد تک کمیونسٹوں، انتہا پسند قوم پرستوں اور روسی آرتھوڈوکس [چرچ] کے پیروکاروں کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔

ایک ناتجربہ کار جمہوری حکومت، جس نے ابھی سات برس پہلے مذہب کے بارے میں ایک روادارانہ قانون منظور کیا تھا، اب مذہب پر پابندیاں کیوں لگا رہی ہے؟ صورتِ حال کی تفہیم کے لیے ہمیں روسیوں کے خدشات پر کان دھرنا چاہئیں۔

بطریق ایلیکسی دوم نے پارلیمنٹ کے منظور کردہ نئے قانون کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ مختلف فرقے اور نام نہاد مبشرین جو سیلاب کی طرح روس میں پھیلے ہوئے ہیں، ہمارے لوگوں کے علم و فہم میں اضافے کے لیے نہیں، بلکہ انہیں مذہبی و اعتقادی خطوط پر باہم تقسیم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اور یہ بات نہ صرف چرچ کے لیے خطرہ ہے، بلکہ ریاست کے لیے بھی خطرناک ہے۔ ریاست کے لیے عوام کا اتحاد مستقبل کا ضامن ہوتا ہے۔"

آرتھوڈوکس پادری فادر آرٹیوم نے ۱۹۹۱ء میں کہا تھا کہ "مذہبی اور روحانی تکثیریت روس کے لیے سب سے زیادہ خطرناک چیز ہے۔ --- ماسکو دوسرے مسلکوں کے لیے بابل نہیں ہے، پروٹسٹنٹ گروہ جو جنگلی بھیڑیوں کے مشابہ ہیں، یہاں چلے آ رہے ہیں اور کیتھولک چوروں کی طرح نئے علاقے پر قبضے کی کوشش میں اپنے اربوں [روبل] خرچ کر رہے ہیں۔ جمہوریت ایک بت ہے جو

اسی طرح توڑ دیا جائے گا جیسے کمیونزم کا بت توڑ دیا گیا۔"

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے تعلق رکھنے والے متعدد مسیحی بھی مذہبی تکثیریت کے لیے زیادہ پُر جوش نہیں، مگر جمہوریت اور مذہبی آزادی کے ساتھ امریکیوں کا لگاؤ اُن خدشات سے کہیں زیادہ ہے جو اُن کے ذہن میں ہندوؤں یا مسلمانوں کی مداخلت کا ہے۔ جہاں تک روسیوں کا تعلق ہے، جمہوریت اُن کی روایت کا حصہ ہے اور نہ مذہبی رواداری ہی۔ اگرچہ روس، کمیونزم کے زوال کے بعد، مغربی جمہوری اقدار اپنانے کے لیے بے قرار محسوس ہوتا ہے، مگر ایک عشرے سے بھی کم مدت میں قوم پرستی اور مغربیت دشمنی اُبل کر باہر آ رہی ہے۔

آرتھوڈوکس چرچ کی اعلیٰ قیادت تو اچھے مبشرین کے کام پر بھی آزردہ ہے، تاہم یہ بھی بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ بعض مغربی مسیحیوں نے اپنے بُرے طرزِ عمل سے روس میں معاندانہ روّیے پیدا کیے ہیں، مگر اِس سے روس کے روّیے میں آنے والی نمایاں تبدیلی پر خاطر خواہ روشنی نہیں پڑتی کہ چند سال پہلے تو لوگ مغرب کے قریب تھے اور اب ہر طبقے میں مغرب مخالف رجحان پایا جاتا ہے جو بتدریج بڑھ رہا ہے۔

شناخت کی تلاش

روس کی مشکلات بھری آمرانہ تاریخ میں "اصلاح مذہب" کی کوئی تحریک اٹھی اور نہ نشأۃ ثانیہ کا کوئی تجربہ سامنے آیا، البتہ روس اپنے بے مثال احساسِ ذات کی تلاش کے لیے کوشاں رہا ہے۔ مارکسزم کے زوال پر لاکھوں لوگ شناخت کی اِس تلاش میں الجھ گئے ہیں۔ اخبار "نزاوزیمیا گزیٹا" نے اپنے ایک حالیہ اداریے میں لکھا ہے: "مارکسزم۔ لینن ازم مقتدر آئیڈیالوجی کی حیثیت سے مقصدِ زندگی اور ریاست و معاشرہ پر ایک نقطہ نظر رکھتا تھا، اس کی اپنے ہاتھوں بربادی سے لاکھوں افراد کے لیے ایک بہت بڑا روحانی خلا پیدا ہو گیا ہے۔" یہ خلا پُر کرنے کے لیے بورس یلسن نے ۱۹۹۶ء میں قومی "یک جہتی پیدا کرنے والی آئیڈیالوجی" کے حوالے سے بہترین نظریہ پیش کرنے کے لیے مقابلے کا اعلان کیا تھا۔

نیا مذہبی قانون مسیحیت، اسلام، یہودیت اور بدھ مت کو تسلیم کرتا ہے، تاہم روسی آرتھوڈوکس چرچ کو زیادہ نمایاں کرتا ہے اور اس کی قومی برتر حیثیت پر زور دیتا ہے۔ اِس سے مغرب کو واضح سگنل مل جانا چاہیے کہ روس اب اپنی شناخت کہاں تلاش کر رہا ہے۔

اگر قانون پر سختی سے عمل در آمد ہوتا ہے تو اس کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ اُن متعدد مبشرین کو دیس نکالا دے دیا جائے جو گزشتہ سات برسوں میں روس گئے ہیں، ـــ لیکن نئے قانون کی تشریح و

تعبیر کیا ہو گی، اور اِسے کس طرح عملی جامہ پہنایا جائے گا، یہ بات جاننا مشکل ہے۔۔۔ صرف اِس لیے نہیں کہ قانون کی دفعات پُر پیچ ہیں، بلکہ اِس لیے کہ روس میں قانون کے نفاذ میں یکسانیت نہیں۔

غیر ملکی اور مقامی مسیحیوں پر فوری پابندیاں تو پریشان کن ہیں ہی، مگر مذہبی اور انسانی حقوق کو پہنچنے والا دھچکا سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ اور اِس بات کا امکان ہے کہ روس، جمہوری اور تکثیری روایت کی عدم موجودگی کے باعث دوبارہ کلیت پسندانہ سمت اختیار کر لے جس کے نتیجے میں ماضی میں بے پناہ پریشانیاں اور تکلیفیں پیدا ہوئی تھیں۔ روس کے زارشاہی اور کمیونسٹ ماضی سے یہ مراد نہیں کہ روس جمہوری ملک نہیں بن سکتا، تاہم نئے قانون کا یقیناً یہ مطلب ہے کہ اگر روس ایک طرح کی جمہوریت اختیار کرتا ہے تو مستقبل میں شدید دھچکوں کا امکان ضرور ہے۔

کیسے مدد کی جائے؟

روسیوں کو آخرالامر اپنی شناخت کا مسئلہ خود طے کرنا ہے، لیکن مغرب کے افراد جنہیں تشویش ہے، ان کے سامنے راہیں کھلی ہوئی ہیں کہ روسیوں کو مذہبی رواداری پر آمادہ کر سکیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم مغربی مسیحیوں کو اپنے مبشرانہ پروگراموں کی کامیابی کے بجائے روسی ایونجلیکل مسیحیوں کے لیے دعا کرنا چاہیے اور اُن کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ مغربی مبشرین نے روس میں چرچ کی توسیع میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے، لیکن اب قومی قیادت کو آگے بڑھانا ضروری ہے۔

مقامی لوگوں کی مسلسل مذہبی آزادی سب سے زیادہ اہم ہے۔ گزشتہ عشرے میں ایونجلیکل چرچ کے پیروکاروں کی تعداد شاید تین گنا ہو چکی ہے۔ ایسی پیش رفت کو بآسانی پہلی حالت پر نہیں لے جایا جا سکتا۔ جولائی ۱۹۹۷ء میں روس کے مختلف مسیحی فرقوں نے مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے جو اجلاس منعقد کیا تھا، اس میں پینٹے کوسٹل پاسٹر سرجی ریکووسکی نے بیان کیا: "اِس قانون [جس پر بورس یلسن نے اُس وقت دستخط نہیں کیے تھے۔] کا سب سے حیران کن نتیجہ یہ ہے کہ ہم مختلف نقطہ ہائے نظر رکھنے والے مسیحی ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔۔۔ اگر ہمیں [زیادہ] اذیتوں سے گزرنا پڑا تو ہم چھپ چھپا کر مذہبی منادی جاری رکھیں گے۔۔۔ ہماری حکومت کو یہ بات جان لینا چاہیے۔"

ہمیں روسی آرتھوڈوکس چرچ کے لیے بھی دعا کرنا چاہیے کہ یہ اپنا تحفظ سیاسی طاقت کے بجائے روحانی طاقت میں محسوس کرے۔ روس میں روحانی دلچسپی خوب مضبوط ہے، اور روسی اپنے تاریخی چرچ کی طرف رجوع کرتے رہیں گے، لیکن ایک چرچ کو مضبوط کرنے کے لیے دوسرے چرچوں کو

نکلنے کا نتیجہ یہ بر آمد ہو گا کہ تجدید مذہب کا عمل ملتوی ہو جائے گا جس سے چرچ کو تقویت مل سکتی ہے۔اِس سے قطع نظر کہ کیا ہوتا ہے، روس کی تاریخ سے واضح ہے کہ روسی ایک روحانیت پسند قوم ہیں۔ دوستوفسکی نے لکھا تھا: ''اصل روسیوں کے لیے وجودِ خداوندی اور بقائے دوام کے مسائل ---سب سے پہلے اور سب سے اہم ہیں۔---انسانی وجود کے بھید کے لیے صرف جینا نہیں ہے، بلکہ کچھ ہونا چاہیے جس کے لیے جیا جائے۔''

آج جب روس ایک بار پھر اپنی شناخت کی جدوجہد کر رہا ہے، اِس کے شہری، جو گزشتہ عشرے میں نسبتاً زیادہ آزادی کے عادی ہو چکے ہیں، شاید اپنی روحانی زندگی کے لے مزاحمت کریں۔ بورس یلسن کی جانب سے قانون کی توثیق کرنے سے ایک روز پہلے ''نزاوزیمیا گزیٹا'' میں شائع شدہ ایک مضمون میں تبصرہ کیا گیا تھا۔ ''اگر سرکاری حکام ---روایتی مذہبی اعتقادات کی حدود میں ایک ریاستی آئیڈیالوجی کی تخلیق--- جاری رکھتے ہیں تو اُن کا اپنا ۱۹۹۱ء منتظر ہے۔ دُنیا عمومی اور جامع آئیڈیالوجی اور مذاہب ترک کر چکی ہے، اور ماضی کی طرف واپسی ناممکن ہے۔''

کیا سوڈیڑھ سو افراد کی زبان میں ''عہد نامۂ جدید'' کے ترجمے پر رقم خرچ کرنے کا کوئی جواز ہے؟

دُنیا کی ساری مادی ترقی کے باوجود بعض دور دراز خطوں میں انسانی گروہ تاحال الگ تھلگ قبائلی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُن کی گزر اوقات آبی ذرائع خوراک پر ہے یا جنگلی جانوروں کے شکار اور خود رو پودوں پر اُن کی زندگی کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اُن کے اپنے رسم و رواج ہیں اور زبانیں بھی۔ ان قبائلی اور غیر مہذب گروہوں تک رسائی کی خواہش مغربی دُنیا کے بالخصوص دو طبقوں میں پائی جاتی ہے۔ پہلا طبقہ مسیحی منادوں کا ہے جو مذہبی جذبے سے سرشار ہے اور اِن سرے سے بے دین یا مظاہر پرست قبائل کو حلقہ مسیحیت میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ دوسرا طبقہ علم بشریات کے عالموں کا ہے جو انسانی ورثے کے تحفظ کے لیے اِن گروہوں کے رہن سہن، اقدار اور تمدنی مظاہر کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہے۔ آخر الذکر طبقہ گاہے گاہے ان قبائلی گروہوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے مہمیں چلاتا رہتا ہے۔ صنعتی دُنیا کی لالچ اور مقامی حکومتوں کی مجبوریوں کے نتیجے میں قبائلیوں کے وسائلِ حیات محدود تر ہوتے جا رہے ہیں۔ آبی ذخائر پہلے کی طرح صاف ستھرے نہیں، مچھلیاں کم ہو رہی ہیں اور اِن ذخائر سے مہذب دُنیا نے استفادہ شروع کر دیا ہے، اِسی طرح جنگلات بے تحاشا کٹ رہے ہیں۔